ناقابلِ تقسیم ہوتی ہے اور اُس کے مستحق ایک سے زائد یکساں طور پر ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر سب کو محروم رکھا جائے تو یہ سب کے ساتھ ناانصافی ہے اور اگر دینے والا اپنی طرف سے کسی ایک کا انتخاب کرنا چاہے تو اس کے پاس کوئی وجہِ امتیاز نہیں ہوتی اور ایک کے علاوہ سب کی دل شکنی بھی ہوتی ہے۔ اس الجھن کا حل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرعہ ڈال کر کسی ایک کا نام نکال لیا جائے اور اسی کے سپرد وہ چیز کر دی جائے۔ ظاہر ہے کہ قرعہ کی ان دو شکلوں اور لاٹری کی مختلف شکلوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور دونوں کے لیے ایک حکم نہیں ہو سکتا۔ لاٹری میں عمداً روپیہ کو اس طرح جمع کیا اور بانٹا جاتا ہے کہ جس سے کسی فریق کی حق تلفی اور کسی کو ناروا فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف قرعہ کے ذریعے سے ایک واقعی پیش آمدہ الجھن کا ایک ایسا حل تلاش کیا جاتا ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا حل عملاً ممکن نہیں ہے۔

قرآن و حدیث میں جوئے اور قمار کی جن شکلوں کو ممنوع یا مکروہ قرار دیا گیا ہے، اُن میں سے کسی کا بھی اطلاق قرعہ پر نہیں ہوتا بلکہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے مختلف مواقع پر قرعہ کی مذکورہ بالا صورتوں کو اختیار فرمایا ہے۔ مستند روایات سے ثابت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب تک مدینے میں قیام رہتا تھا تو آپ ازواجِ مطہرات کے لیے باریاں مقرر فرماتے تھے لیکن جب آپ سفر پر تشریف لے جاتے تھے تو قرعہ اندازی سے مدد لے کر آپ کسی ایک ام المومنین کا نام انتخاب فرماتے تھے اور پھر انہی کو ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ مختلف کھیل اور کاروبار جن میں جوئے کی آمیزش ہوتی ہے، اُن میں بھی بعض مراحل پر قرعے ڈالے جاتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ اس کی نوعیت سادہ قرعہ اندازی سے بالکل مختلف ہے۔ یہ جوا بازی کے اجزا میں سے ایک جز ہے، اور اپنے کُل کے ساتھ یہ جز بھی ناجائز اور حرام ہے۔

امدادی کمیٹیاں

سوال: — آج کل ایک امدادی اسکیم کے تحت بعض تجارتی کمیٹیاں بنانے کا رواج ہے۔ مثال کے

طور پر چند افراد میں سے ہر شخص پانچ روپے ماہانہ چندہ دیتا ہے اور ہر ماہ کسی ایک آدمی کو پانسو روپے دیے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر آدمی پانچ روپے، دس روپے، پندرہ روپے یا زائد دے کر پانچ صد روپیہ حاصل کر لیتا ہے اور خسارہ کسی آدمی کو نہیں ہوتا۔ البتہ پانچ صد روپے کے عوض میں ہر پہلے لینے والے آدمی کو بعد میں لینے والے سے پانچ روپے کم ادا کرنے پڑتے ہیں۔ کمیٹی کا جمع شدہ سرمایہ تجارت میں لگا رہتا ہے جس سے منافع ہوتا ہے اور اسی منافع سے وہ زائد رقم فراہم ہوتی ہے جو ہر حصہ دار کو اپنے ادا کردہ چندہ سے زائد ملتی ہے۔ براہ کرم ان کمیٹیوں کے شرعی جواز و عدم جواز پر روشنی ڈالیں۔"

جواب:- جن کمیٹیوں کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا ہے اُن سے متعلق آپ کا بیان صاف، واضح اور مفصل نہیں ہے۔ تاہم آپ نے چونکہ پتہ نہیں لکھا اور جواب کے لیے اصرار فرمایا ہے اس لیے مزید وضاحت چاہے بغیر مختصر اصولی جواب دیا جا رہا ہے۔

جس طرح کی کمیٹیوں کا ذکر آپ نے کیا ہے اس طرح کی کمیٹیوں کی کچھ تفصیلات پہلے بھی ہمارے علم میں آئی ہیں۔ ان سب کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ہمارا خیال یہ ہے کہ ان نام نہاد امدادی یا تجارتی کمیٹیوں کا کاروبار شک و شبہ سے بالاتر نہیں ہے، بلکہ ان میں ربٰو اور قمار کے اجزا کی آمیزش بالکل نمایاں ہے۔ یہ صورت کسی طرح جائز یا قرینِ انصاف نہیں ہو سکتی کہ مختلف حصہ داروں سے مختلف تعداد میں رقوم وصول کر لی جائیں، جمع شدہ سرمایہ کو تجارت میں لگا دیا جائے اور پھر نفع و نقصان یا ہر حصہ دار کی ادا کردہ رقم کا لحاظ کیے بغیر اُسے ایک مقرر رقم ادا کر دی جائے؟ آخر ایک متعین میعاد کے بعد جمع شدہ سرمایہ کو نفع یا نقصان کے ساتھ جملہ حصہ داروں میں حصص کے تناسب کے ساتھ کیوں نہ تقسیم کیا جائے؟ ایسا کیے بغیر ان کمیٹیوں کا کاروبار بہت ہی مشتبہ ہو جاتا ہے اور اسے سود اور جوئے کے شائبے سے بری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور حضرت عمرؓ کے قول "فاجتنبوا الربٰو والریبۃ[1]" کے بموجب اس طرح کے معاملات

[1] اس کے معنی یہ ہیں کہ "پس سود اور مشتبہ معاملات سے بچو"۔ یہ الفاظ دراصل حضرت عمرؓ کے اُس ارشاد کا آخری جزو ہیں جس میں آپ نے بیان فرمایا تھا کہ سود کے آخری احکام کی وضاحت سے قبل نبی صلعم کا وصال ہو گیا۔ اس لیے تم سود کو بھی چھوڑ دو اور اُس چیز کو بھی جس میں سود کا شبہ ہو۔